Volume 01, Issue 02,
July-December 2023
PP: 07-18
Open Access on:
www.alimanjournal.com

AL-IMAN
Research Journal
P-ISSN: 3006-1261 E-ISSN: 3006-127X

قیادت کا اسلامی تصور اور بنیادی خدوخال

Islamic Concept of Leadership and Basic Features

Dr. Abdul Qadir
Assistant Professor, Department of Humanities and Social Sciences, Bahria University, Karachi.
a.qadirhashim@gmail.com

Abstract & Indexing

WORLD of JOURNALS
DRJI
OPEN ACCESS
Signatory of DORA
ACADEMIA
EuroPub
REVIEWER CREDITS

Abstract

This paper explores the Islamic concept of leadership and its essential features, rooted in the *Qur'ān, Ḥadīth*, and the examples of the Prophet *Muḥammad* (ﷺ) and the *Khulafā e Rāshidīn*. Islamic leadership is based on the principles of justice, compassion, and service to humanity, emphasizing the responsibility to uphold the greater good and promote the well-being of all individuals and society as a whole. This paper examines the Islamic leadership model, highlighting its unique features and benefits, and discussing its relevance and applicability in contemporary contexts. By exploring the Islamic concept of leadership, this research aims to contribute to the development of ethical and effective leadership practices, guided by the timeless wisdom and values of Islam.

Keywords

Islamic Leadership, Qur'ān, Ḥadīth, Justice, Compassion, Accountability, Humility.

Published by:

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

All Rights Reserved © 2023 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

تمہید

لغوی طور پر قیادت عربی لفظ قود سے ماخوذ ہے جس کے معنی آگے چلنا، رہبری ور ہنمائی کرنا آتے ہیں۔[1] اصطلاح میں قیادت رہنمائی کرنے کی صلاحیت و قابلیت کا نام ہے۔ یہ ان اوصاف کا مجموعہ ہے جو ایک فرد کو کامیابی سے افراد کے گروہ کو متاثر کرنے یا کنٹرول کرنے کے قابل بناتا ہے۔ سعود النمر کی اصطلاحی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ قیادت افراد کے ایک گروہ پر اثر انداز ہونیکی قدرت اوران کی مساعی کو مشترک اہداف کی جانب کامیابی سے گامزن کرنے کا نام ہے تاکہ مقصود کا حصول ممکن ہو۔[2] مذکورہ مفہوم کی روشنی میں افراد کا گروہ، سمع وطاعت کا عہد وپیمان، مؤثر فرد یا جماعت، مشترکہ اہداف و مقاصد جن کے حصول کے لیے قائد اپنے متبوعین کی رہبری ور ہنمائی کا فریضہ سرانجام دے قیادت کے اساسی عناصر معلوم ہوتے ہیں۔ اسلام چونکہ عالمگیر مذہب ہے اس لیے اس کا تصورِ قیادت دیگر قوانین سے زیادہ وسعت کا حامل ہے۔ اسلام طبقاتی تفریق کے خاتمے کا علمبردار اوراپنے تمام پیروکاروں کو امۃ واحدۃ سے تعبیر کرتا ہے۔ اسلام میں قومیت کی بنیاد رنگ و نسل کی بجائے مذہب پر ہے۔ اس لیے اسلامی نقطہ نگاہ سے قومی قیادت ایسی قیادت کہلائے گی جو تمام تر نسلی و مسلکی اختلافات پس پشت ڈال کر جملہ عالمِ اسلام کی قیادت ہو۔ اس لحاظ سے یہ بات لازمی معلوم ہوتی ہے کہ تمام عالمِ اسلام ایک ہی جھنڈے اور قیادت تلے جمع ہو جو کہ اسلام کی حقیقی روح کا تقاضا ہے۔ لیکن ممالک کی موجودہ تقسیم اس امر سے مانع ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ ایک اسلامی ریاست کی قیادت اپنے شہریوں کی رہبری ور ہنمائی کا فریضہ سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ اتحادِ عالمِ اسلام کے لیے بھی کوشاں رہنی چاہیے تاکہ اسلام کی حقیقی روح پر عمل ممکن ہو۔

قیادت کا اسلامی فلسفہ اور بنیادی خدوخال

قیادت انسانی معاشرے کا ایک امتیازی وصف ہے جس کا اساسی فریضہ انسانیت کی رہنمائی اور زندگی میں پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کرنا ہے۔ باشعور اور دیانتدار قیادت مسائل کے حل کے ساتھ ساتھ معاشرے کے امن و سلامتی اور فلاح و ترقی کا باعث بنتی ہے۔ اس کے برعکس بد دیانت اور نااہل قیادت معاشرے کو تباہی کے دہانے تک لیجاتی ہے۔ قیادت کے پیش نظر چونکہ بہت سے چیلنجز سے عہدہ برآ ہونا ہوتا ہے اس لیے یہ منصب بہت بڑی ذمہ داری کا حامل ہے۔ یہ ذمہ داری ٹھیک ٹھیک طور پر ادا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ قیادت کا منصب اہل افراد کے سپرد ہو۔ یہ اہلیت حقیقی قیادت میں بہت سے اوصاف کی متقاضی ہے۔ کچھ اوصاف قائد کی شخصیت اور جسمانی ساخت سے تعلق رکھتے ہیں تو کچھ معاشرتی رویوں سے۔ اسی طرح بعض اوصاف اسکی پیشہ وارانہ صلاحیت کو نکھارنے اور جلا بخشنے کیلئے ضروری ہیں۔ اس بنا پر قائد کے اوصاف کو بنیادی طور پر ان حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- ذاتی اوصاف
- معاشرتی واخلاقی اوصاف
- پیشہ وارانہ اوصاف
- موجودہ عالمی تناظر میں قائد کے اضافی اوصاف

ذیل میں ہر قسم کے اوصاف کی اکائیوں پر تفصیلی بحث ذکر کی جاتی ہے۔

ذاتی اوصاف

قائد کی شخصیت کا وجیہ، متوازن اور عیوب سے پاک ہونا قیادت کے باب میں نہایت اہم ہے۔ رعایا کے لیے قائد کی شخصیت رول ماڈل کی حیثیت رکھتی ہے جس سے وہ اپنے لیے قوت پاتے ہیں۔ قائد کی شخصیت کا کہی ہوئی بات میں بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ مختلف حالات وکیفیات میں

معاشرہ اور افراد کو اس کے مطابق ڈھالنا اور انہیں ساتھ لے کر چلنا متاثر کن شخصیت کی بدولت ہی ممکن ہے۔ نامساعد حالات میں بھی اس کا شخصی تفوق اس قابل بناتا ہے کہ وہ آسانی سے اپنی رعایا کو کنٹرول کر سکے اور مقصد کی جانب گامزن ہو سکے۔ بنی اسرائیل پر طالوت کو حاکم و سردار مقرر کیے جانے کی ایک وجہ اسکا جسمانی طور پر دوسروں سے فائق و برتر ہونا بیان کی گئی ہے۔[3] فکرِ اسلامی میں قائد کے شخصی اوصاف کے ضمن میں درج ذیل اہم ہیں:

- قائد کا صاحبِ ایمان ہونا
- قائد کا مرد ہونا
- قائد کے اعضاء وجوارح کا سلامت ہونا
- قائد کا قریشی النسب ہونا

اسلامی ریاست کی ماہیت ہی میں قیادت کا صاحبِ ایمان ہونا شامل ہے بدون اس کے ریاست کے اسلامی ہونے کے کوئی معنی نہیں۔ جہاں تک قائد کے مرد ہونے کا تعلق ہے تو اس بات سے قطعاً انکار ممکن نہیں کہ تخلیقِ انسانی اور معاشرہ کے وجود میں عورت اور مرد کا کردار مساوی ہے۔ فرد اپنے وجود میں مرد وعورت دونوں کا محتاج ہے۔ لیکن یہ امر بھی مسلم ہے کہ عورت کی فطرت اور قوت مرد سے مختلف ہے۔ اسی فطری اختلاف کی وجہ سے دونوں کے دائرہ کار اور فرائض ایک دوسرے سے باہم مختلف ہیں۔ اقوام کی قیادت جس قوت اور صلاحیت کی طلبگار ہے عورت اس کی متحمل نہیں ہو سکتی اس لیے اسلامی تصورِ قیادت میں قائد کا مرد ہونا لازمی ہے۔ قیادت وسیادت چونکہ نبوی فریضہ ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ شرفِ نبوت ہمیشہ مردوں کو حاصل رہا ہے[4]۔ اس لیے نبوت کی جانشینی بھی مرد کو حاصل ہو گی۔ اسی طرح جب ایرانیوں نے ایک عورت کو سربراہِ مملکت تسلیم کر لیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لن يفلح قوم ولوا امرهم امرأة"[5]

ترجمہ: وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جس نے اپنے اوپر عورت کو حاکم بنا لیا ہو۔

اسی طرح ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت کا مفہوم ہے کہ جب تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہو جائیں تو زمین کا پیٹ تمہارے لیے زمین کی پشت سے بہتر ہے۔[6] ان روایات سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ منصبِ قیادت پر عورت کا براجمان ہونا درست نہیں۔ قائد کا جسمانی طور پر توانا اور مضبوط اعصاب کا مالک ہونا قیادت کے باب میں نہایت اہم ہے۔ اعضاء وجوارح کی سلامتی اور اعصاب کی مضبوطی مشکل اور کٹھن حالات کا مقابلہ کرنے میں معاون ہے۔ طاقتور انسان جن مشکلات کا سامنا کرنے کی اہلیت رکھتا ہے وہ کمزور کے بس کی بات نہیں۔ راہِ قیادت میں آنے والی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے اعضاء وجوارح کی سلامتی لازم ہے۔ یہ امر جسمانی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ ریاست کے دفاع کے لیے جنگ وقتال پر قدرت اور شجاعت واستقامت کا سبب بنتا ہے۔ اس بنا پر آپ ﷺ نے جسمانی قوت کے حامل مومن کو کمزور مومن سے بہتر قرار دیا۔[7] البتہ حواس اور اعضاء کی سلامتی ان حواس سے مشروط ہے جو علم وعمل کی کیفیت پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ نعمان عبدالرزاق السامرائی کی عبارت کا حاصل ہے کہ "ان حواس اور اعضاء کا سلامت ہونا لازم ہے جن کا علم وعمل سے تعلق ہے۔ مثال کے طور پر حواس واعضاء کی اس قدر سلامتی جو علم وعمل پر اثرانداز ہو۔ چنانچہ نابینا کو خلیفہ بنانا جائز نہیں جبکہ سونگھنے اور چکھنے کی حس سے محروم کے خلیفہ بننے میں کوئی حرج نہیں۔[8] گویا کہ ہر وہ وصف جو علم وعمل پر بری طرح اثرانداز ہو وہ خلافت سے مانع ہو گا و گرنہ نہیں۔

یہاں قائد کے لیے قریشی ہونے کی شرط کا عصرِ حاضر کے پیرائے میں تجزیہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ متقدمین فقہاء خلیفہ کے لیے قریشی ہونے کی شرط برابر ذکر کرتے آئے ہیں جس کی دلیل وہ روایات ہیں جن میں خلیفہ کے لیے قریشی ہونا لازم قرار دیا گیا ہے۔ ابن عمر رضی

اللہ عنہما کی روایت کا مفہوم ہے کہ "یہ معاملہ (یعنی خلافت) قریش میں رہے گا جب تک ان میں دو انسان بھی باقی ہوں۔"[9] اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ان ھذا الامر فی قریش لایعادیھم احد الاکبہ اللہ علی وجھہ ما اقاموا الدین"[10]

ترجمہ: یہ معاملہ قریش میں رہے گا۔ ان سے جو کوئی دشمنی کرے گا اللہ اسے اوندھے منہ گرا دے گا جب تک کہ وہ دین کو باقی رکھیں۔

مذکورہ اور ان جیسی متعدد روایات کی بنا پر علمائے امت کا ایک بڑا طبقہ اس بات کا قائل ہے کہ اسلامی ریاست کے قائد اور خلیفہ کے لیے قریشی ہونا ضروری ہے۔[11] البتہ علماء کا ایک گروہ اس بات کا قائل بھی ہے کہ خلیفہ کے قریشی ہونے کی شرط لازمی نہیں بلکہ غیر قریشی جو بقیہ اوصاف کا حامل ہو اس منصب پر فائز ہو سکتا ہے۔ اس موقف کے حاملین میں ابن خلدون، الباقلانی شامل ہیں۔[12] اسی طرح ابو حنیفہ نعمان بن ثابت سے بھی ایک روایت یہی ہے کہ خلیفہ کے لیے قریشی ہونا شرط نہیں۔[13] ان حضرات کا مستدل انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس کا مفہوم ہے کہ "اگر تم پر موٹے سر والا حبشی غلام بھی امیر مقرر کر دیا جائے تو اس کی اطاعت تم پر لازم ہے۔"[14] اسی طرح کتبِ تاریخ میں عمر رضی اللہ عنہ کا کلام موجود ہے کہ جب ان سے اپنے بعد خلیفہ مقرر کرنے کی درخواست کی گئی تو فرمایا "اگر ابو عبیدۃ اور معاذ بن جبل موجود ہوتے تو میں انہیں خلیفہ بناتا"۔ نیز سالم مولی ابی حذیفہ کے بارے میں بھی یہی ارشاد فرمایا۔[15] توجہ طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ افراد میں سے معاذ بن جبل اور سالم قریشی نہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ کا انہیں خلیفہ مقرر کرنے کی خواہش کا اظہار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک یہ شرط لازمی نہیں۔ اس سارے پس منظر اور موجودہ عالمی تناظر میں یہ بات قرینِ صواب معلوم ہوتی ہے کہ خلیفہ اور قائد کے لیے قریشی ہونے کی شرط کو لازمی قرار نہ دیا جائے۔ اس رجحان کی متعدد وجوہات ہیں:

- علمائے امت کا ایک گروہ اسی رجحان کا قائل ہے۔ اختلافی مسائل میں حالات کے مناسب موقف اختیار کرنا شریعت اسلامیہ کی واضح خوبی ہے اور موجودہ حالات میں یہی راجح معلوم ہوتا ہے۔
- جملہ عالمِ اسلام بشمول حرمین شریفین اور بیت المقدس صدیوں تک عثمانی خلافت پر متفق اور مطیع رہا ہے باوجود اس کے کہ عثمانی خلفاء قریشی نہیں تھے۔ نیز برصغیر کے سرکردہ علماء اور عوام کا خلافتِ عثمانیہ کی بحالی اور کامیابی کے لیے تحریک چلانا ان کے اس تعامل کی دلیل ہے کہ خلیفہ کا قریشی ہونا شرط نہیں۔
- عصرِ حاضر میں عالمِ اسلام کی عمومی مصلحت اس امر کی متقاضی ہے کہ اس شرط کو لازم قرار نہ دیا جائے کیونکہ لازم قرار دینے کی صورت میں ریاست کا شیرازہ بکھرنے کا اندیشہ ہے۔ ایسے میں امت کا حرج میں مبتلا ہونا لازم آتا ہے جو کہ شریعت میں ممنوع ہے۔

جہاں تک ان روایات کا تعلق ہے جن میں خلیفہ کے قریشی ہونے کو بیان کیا گیا ہے تو انہیں انشاء کی بجائے خبر پر محمول کیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ اس بات کی خبر دے رہے ہیں کہ ائمہ و خلفاء قریش میں سے ہوں گے جس کا پورا ہونا عیاں ہے۔ روایت میں "ما اقاموا الدین" کے الفاظ سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ جب تک قریش اقامتِ دین پر کاربند رہیں گے امامت ان میں باقی رہے گی۔ "الائمۃ من قریش" والی روایات کو قانونِ ترجیح کے طور پر لیا جا سکتا ہے کہ اگر قریشی اور غیر قریشی میں خلیفہ کی صفات موجود ہوں تو قریشی کو ترجیح حاصل ہو گی۔ یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے کہ تمام عالمِ اسلام ایک ہی خلافت پر متفق ہو تو خلیفہ کا قریشی ہونا لازم ہے۔ البتہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے امراء کو نائب قرار دے کر غیر قریشی کو بھی یہ منصب سونپا جا سکتا ہے۔

معاشرتی و اخلاقی اوصاف

انسان کی شخصیت اس کے کردار اور اخلاق کا عکس ہوتی ہے۔ معاشرہ کے افراد سے میل جول اسکی شخصیت کو واضح کرتا ہے۔ ان اوصاف کی اہمیت اس بنا پر بھی زیادہ ہے کہ ان کا تعلق حقوق العباد سے ہے جن میں کوتاہی سنگین جرم ہے۔ اخلاق حسنہ ہوں یا رذائل معاشرے پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ انسان کی بات کا وزن اسکے کردار کو دیکھ کر کیا جاتا ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر قائد کا اخلاق کا حسین مرقع ہونا لازم ہے۔ اخلاقی اوصاف کے حوالے سے درج ذیل امور قابلِ ذکر ہیں:

- امانت و دیانت
- عدل و انصاف
- کردار کی بلندی

امانت و دیانت

امانت کا مفہوم نہایت وسیع اور زندگی کے ہر ہر پہلو کو محیط ہے۔ یہ ایک ایسا وصف ہے جو اپنے حامل کو لائقِ تحسین و تعریف بناتا ہے۔ اپنا فرض ٹھیک ادا کرنا لوگوں کے حقوق کا خیال رکھنا امانت کا ہی شعبہ ہے۔ سیاست و قیادت کے باب میں امانت کا ایک پہلو رعایا سے منسلک ہے کہ وہ اپنا حق رائے دہی صحیح طور پر استعمال کریں تاکہ ریاست کو صالح قیادت میسر آئے۔ دوسرا پہلو منتخب قیادت سے تعلق رکھتا ہے کہ وہ ملکی سلامتی اور رعایا پروری میں اپنا کردار دیانتداری سے ادا کرے۔ قائد کا دیانتدار ہونا اس بنا پر بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہے کہ اسکی امانتداری اور بددیانتی دونوں معاشرے پر اپنے اپنے اثرات مرتب کرتی ہیں۔ بددیانتی کسی بھی شعبے کے لیے سمِ قاتل ہے۔ سو قیادت کے باب میں بھی بددیانتی معاشرے کی تباہی و بربادی کا سبب بنتی ہے۔ روایات میں حاکم کا اپنی رعیت میں تجارت کرنے کو بدترین خیانت سے تعبیر کیا گیا ہے۔[16] یعنی حاکم و قائد کا عوامی و قومی مفاد کو پسِ پشت ڈال کر ذاتی مفاد کو ترجیح دینا بدترین خیانت ہے۔ تجارت میں بھی ہر فرد اپنا مفاد پیشِ نظر رکھتا ہے۔ سو قیادت کے باب میں یہ طریق خیانت کی بدترین قسم ہے۔ امانت کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر اسے معیارِ ایمان قرار دیا گیا ہے۔[17] ان روایات کی بنا پر قائد کا امانت و دیانتدار ہونا لازم ہے کہ وہ اپنے وظائف بغیر کسی خیانت کے بجالائے۔

عدل و انصاف

قائد کے اوصاف میں عدالت کو کسی قیمت پر فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ عدل برابری اور حقدار کو پورا پورا حق دینے سے عبارت ہے۔ انسان کے انفرادی معمولات ہوں یا اجتماعی معاملات، میدانِ معیشت ہو یا میدانِ سیاست، عائلی زندگی ہو یا معاشرتی ہر ہر شعبہ اور ہر ہر پہلو توازن واعتدال کی لڑی میں پرویا ہوا نہ ہو تو بہت سی خرابیوں کا دروازہ کھلتا ہے۔ ہر انسان کو صلاحیت کے مطابق پورا پورا حق ملنا عدل کا تقاضا بھی ہے اور ہر ایک کیلئے لائق تحسین و قابل تسلیم بھی۔ انتخابِ قیادت کے عوامل میں سے ایک باہمی تنازعات میں اس کی طرف رجوع کرنا ہے۔ چنانچہ لوگوں کے تنازعات میں عدل و انصاف پر مبنی فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔[18] آپ ﷺ کی پوری زندگی عدل و انصاف کا مثالی پیکر تھی۔ تعلیماتِ نبوی ﷺ میں عدل و انصاف کی مثالیں بکثرت موجود ہیں جن میں قائدین کے لیے اسوہ حسنہ ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک معزز گھرانے کی فاطمہ نامی عورت نے چوری کی تو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے حد جاری کرنے کے سلسلے میں آپ ﷺ سے سفارش کی۔ یہ سن کر آپ ﷺ سخت برہم ہوئے اور ارشاد فرمایا:

"یاایہاالناس انماہلک الذین من قبلکم انہم کانوااذاسرق فیہم الشریف ترکوہ واذاسرق فیہم الضعیف

اقاموا علیه الحد وایم الله لوان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت یدہا"[19]

ترجمہ: لوگو! تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں سے کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ بخدا اگر فاطمہ بنت محمد چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹتا۔

اپنی لختِ جگر کے بارے یہ ارشاد آپ ﷺ کے عدل کی زندہ وجاوید مثال ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے طرزِ عمل سے قانون کی بالادستی اور مساوات کا درس دیا ہے۔ درج بالا شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ قیادت کے بنیادی اوصاف میں سے ایک عدل وانصاف ہے۔ چنانچہ قائد پر لازم ہے کہ رعایا کے بارے عدل وانصاف سے کام لے۔ ہر حقدار کو پورا حق اور مجرم کو بلا امتیاز و تفریق پوری سزا دے۔ مقولہ مشہور ہے کہ "حکومتیں کفر کے ساتھ چل سکتی ہیں پر ظلم کے ساتھ نہیں"۔ اس لیے جس معاشرے میں ظلم عام ہو اس کی تباہی یقینی ہے۔

کردار کی بلندی

قائد کی انفرادی اور اجتماعی زندگی اخلاق اور کردار کے حوالے سے متبوعین کے لیے نمونہ ہوتی ہے۔ اس لیے اسکا کردار بے داغ ہونا چاہیے کہ کوئی اس پر انگلی نہ اٹھا سکے۔ قوم سے دو قدم آگے بڑھ کر مصائب اور مشکل حالات کا مقابلہ کرے۔ یہی رئیس اور قائد کے مابین بنیادی فرق ہے کہ رئیس محض حکم صادر کرتا اور بزورِ بازو قوم کو پابند بناتا ہے جبکہ قائد مصائب اور کٹھن حالات کا مقابلہ کر کے اپنے عمل سے پیروکاروں کو ابھارتا ہے۔ متبوعین اپنے قائد کے عمل سے قوت پاتے ہیں اور ان کی مساعی کو قائد کا کردار جلا بخشتا ہے۔ قائد کا کردار اس کی کہی ہوئی بات اور تعلیمات کی اہمیت میں اضافہ کرتا ہے اور لوگ خوش دلی سے اس کی بات کو قبول کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کا اخلاق و کردار کے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہونا اظہر من الشمس ہے۔ اسلام کے سخت ترین دشمن بھی آپ ﷺ کے عالی کردار کے حامی تھے۔ حالتِ کفر میں ابوسفیان اور ہرقل کا مکالمہ کتبِ حدیث میں موجود ہے کہ آپ ﷺ سے ہزار اختلاف ہونے کے باوجود چاہتے ہوئے بھی آپ ﷺ کے کردار پر کوئی عیب نہ لگا سکا۔ [20]الق کائنات نے اسی بنا پر آپ ﷺ کو انسانیت کیلئے اسوہ حسنہ قرار دیا ہے۔

پیشہ وارانہ اوصاف

سیاست وقیادت ایک مستقل اور باقاعدہ فن ہے جو بہت سی پیشہ وارانہ صلاحیتوں اور مہارتوں کا متقاضی ہے۔ حالات وزمانہ کے بدلنے سے ان صلاحیتوں میں کمی بیشی اور تغیر و تبدل عین ممکن ہے۔ البتہ اصولی طور پر چند اوصاف ایسے ہیں جو ہر دور اور زمانے میں مطلوب ہیں۔ ذیل میں ایسے ہی چند اوصاف کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

- مقصد سے آگاہی
- شورائیت
- عزم و توکل
- حسن تدبیر و حکمت
- رواداری

مقصد سے آگاہی

قیادت کا علمی وسعت کا حامل ہونا انتہائی ضروری ہے کیونکہ تمام ریاستی شعبہ جات کی صلاح و بگاڑ اسی پر منحصر ہے۔ اس میں اساسیاتِ دین، مقاصدِ قیادت، ملکی امور خارجہ وداخلہ، مقننہ، انتظامیہ، عدلیہ، فوج، ماضی حال مستقبل کی پہچان اور متبوعین کے حالات و کیفیات کا

ادراک شامل ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ اللہَ اصْطَفَاہُ عَلَیْکُمْ وَزَادَہُ بَسْطَۃً فِیْ الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ۔[21]

ترجمہ: اللہ نے اسے بادشاہی کے لیے منتخب فرمایا ہے اور اسے علم بھی بہت سا بخشا ہے اور تن و توش بھی بڑا عطا کیا ہے۔"

اس آیت سے انتخابِ قیادت کے لیے وسعت علم کا شرط ہونا معلوم ہوتا ہے جو کہ کمالِ عقل اور رفعتِ شان کی علامت ہے۔ شرع میں علم کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسی کی بنا پر پیکرِ خاکی مسجود الملائکۃ قرار پایا ہے۔

شورائیت

اسلامی نظامِ سیاست قائد و امیر کو اپنے رفقاء کار اور اربابِ حل و عقد سے مشورہ کا پابند بناتا ہے۔ قرآن مجید میں آپ ﷺ کو اصحاب سے مشورہ کا حکم[22] اور اصحاب کا باہمی طریقِ مشاورت مذکور ہے جس سے مشورہ کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔[23] حکمِ الٰہی کی تعمیل میں سیرت طیبہ میں متعدد مواقع پر آپ ﷺ کا اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ اساریٰ بدر کا معاملہ، غزوہ احد میں شہر سے باہر نکل کر لڑنے کا فیصلہ، احزاب میں خندق کھدائی اصحاب سے مشورہ کے بعد ہی طے پائی تھی۔ حتیٰ کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر اصحاب نے اولاً حلق کروانے میں تساہل سے کام لیا تو آپ ﷺ نے اپنی زوجہ مطہرہ ام سلمۃ رضی اللہ عنہا کے ایما پر پہلے خود حلق کروایا اور پھر آپ ﷺ کو دیکھ کر صحابہ بھی حلق پر آمادہ ہو گئے۔ اذان کی ابتداء میں بھی مشورہ کا عنصر دیکھنے کو ملتا ہے۔ آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم مشورہ اور شوریٰ پر سختی سے کاربند رہے اور ملکی معاملات ہمیشہ مشورہ سے طے کیے گئے۔ ان تمام واقعات کی روشنی میں قائد پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ملکی و ریاستی امور میں اپنی من مانی چلانے کی بجائے اربابِ حل و عقد سے مشورہ کرے اور پھر قرینِ صواب صورت کو اختیار کرے۔

عزم و توکل

آپ ﷺ کی پوری سیرتِ طیبہ عزم واستقلال اور توکل علی اللہ سے بھرپور نظر آتی ہے۔ غارِ ثور میں قیام کے موقع پر جب صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے خدشہ کا اظہار کیا تو "ان اللہ معنا" کے الفاظ جہاں ان کے لیے تسلی کا باعث بنے وہیں رسولِ اکرم ﷺ کے توکل کو بھی واضح کرتے ہیں۔[24] 13 سالہ مصائب وآلام سے بھرپور مکی دور آپ ﷺ کے عزم واستقلال کا بہترین نمونہ ہے۔ 10 سالہ مدنی زندگی میں 27 کے لگ بھگ جنگی معرکوں میں بنفسِ نفیس شرکت آپ ﷺ کے عزم واستقلال کی لازوال داستان ہے۔ 23 سالہ نبوی زندگی میں ان تمام مصائب اور آلام کا مقابلہ عزم واستقلال اور توکل علی اللہ کے بغیر ممکن نہ تھا۔ آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں قائد پر لازم ہے کہ وہ بھی عزم و توکل کا پیکر اور ہر طرح کے حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی سکت رکھتا ہو۔

حسنِ تدبیر و حکمت

کسی بھی کام کو اس طریقے سے انجام دینا کہ اسکی نافعیت اور افادیت میں اضافہ ہو اور مقصود احسن طریقے سے حاصل ہو جائے حسن تدبیر کہلاتا ہے۔ جبکہ حکمت ودانائی یہ ہے کہ کسی بھی معاملے کے بارے میں غور وفکر کے بعد یہ دیکھا جائے کہ حالات اور وقت کے مطابق بہترین تدبیر کیا ہو سکتی ہے؟ اور اس تدبیر کے بارے حکمتِ عملی طے کر کے مقصود حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ گویا کہ حسن تدبیر اور حکمت ایک دوسرے کے لازم وملزوم ہیں۔ حکمت کا تعلق قول وعمل دونوں سے ہے۔ زبان اور افعال کا مناسب موقع پر مناسب طریقے سے استعمال کرنا حکمت کا تقاضا ہے۔ کسی بھی قول یا عمل کی نافعیت کے لیے اس کے درست اور برحق ہونے کے ساتھ ساتھ موقع و محل کے مطابق اور مناسب ہونا لازمی ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ نے دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں بھی حکمت سے کام لینے کا حکم دیا ہے:

ادْعُ إِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِیْ ہِیَ أَحْسَن۔[25]

ترجمہ: اے پیغمبر لوگوں کو حکمت اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو۔

رسول اکرم ﷺ کی پوری حیاتِ طیبہ حکمت ودانائی اور حسن تدبیر کی روشن نظیر تھی۔ قبل از نبوت تعمیرِ کعبہ کے وقت حجرِ اسود کی تنصیب کے موقع پر آپ ﷺ کے مدبرانہ فیصلے نے ہی کشت وخون کا بازار گرم ہونے سے بچایا۔ آغازِ وحی کے بعد خفیہ تبلیغ، مواخاتِ مدینہ، میثاقِ مدینہ، صلح حدیبیہ کے موقع پر بظاہر اپنے خلاف نظر آنے والی تمام شرائط پر آمادگی، دیگر ریاستوں سے خط وکتابت، سفارتی تعلقات اور معاہدات سب آپ ﷺ کی حکمتِ عملی اور حسنِ تدبیر کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی مدبرانہ حکمتِ عملی ہی کی بنا پر محض 23 سال کے عرصے میں ایک اجڈ، گنوار اور غیر مہذب معاشرے کو یکسر بدل کر رکھ دیا اور پھر تاریخ نے وہ دن بھی دیکھا کہ جس قوم اور معاشرے پر وقت کی بڑی بڑی طاقتیں اپنا سکہ چلانا پسند ہی نہ کرتی تھیں وہی اس قوم کے زیرِ اثر آگئیں۔ معلوم ہوا کہ قائد میں حسن تدبیر اور حکمت عملی کا وصف پایا جانا ضروری ہے تاکہ وہ اپنی اور ماتحت افراد کی مساعی کا بروقت اور مناسب موقع پر استعمال کر سکے۔

رواداری

رواداری ایک ایسا وصف ہے جو دلوں کی کدورتیں اور رنجشیں ختم کرنے میں معاون ہے۔ قائد کے ماتحت چونکہ مختلف العقائد لوگ مصروفِ عمل ہوتے ہیں اس لیے اسکی پیشہ وارانہ مہارت کا اصل امتحان یہی ہوتا ہے کہ وہ کس طرح سب کو ساتھ لیکر چلتا ہے۔ اکثریت کے ساتھ ساتھ اقلیت کے حقوق کا تحفظ قائد کی ذمہ داری میں شامل ہے۔ اسلام ہر ایک کو عقیدہ اور رائے کی آزادی اور دوسروں کو اس کے احترام کا درس دیتا ہے۔ اس آزادی کا احترام اور فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مختلف العقائد افراد سے حسنِ سلوک سے پیش آنا رواداری کا تقاضا ہے۔ وہ غیر مسلم افراد جو اسلامی ریاست کے پر امن شہری کے طور پر زندگی گزار رہے ہیں ان سے حسنِ سلوک اور رواداری اسلام کی واضح تعلیم ہے۔[26]

اس کے ساتھ ساتھ سیرت النبی ﷺ میں بھی بین المذاہب رواداری کی متعدد مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ نصاریٰ نجران کا وفد بغرض مناظرہ مدینہ آتا ہے۔ رسالت مآب ﷺ ان کے قیام کا انتظام مسجدِ نبوی میں کرتے ہیں۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد 16 ماہ بیت المقدس کو قبلہ قرار دینا یہود سے رواداری کی مثال ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے متعدد روایات میں ذمیوں سے حسنِ سلوک اور ان کے بنیادی حقوق کے تحفظ کا حکم دیا ہے۔ ان شواہد کی روشنی میں قائد پر لازم ہوتا ہے کہ اپنے ماتحت اقلیتوں سے رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی بنیادی ضروریات، مذہبی رسوم ورواج کا خیال رکھے اور ان کو موقع فراہم کرے کہ وہ اپنے مذہبی شعائر پر آزادانہ عمل کر سکیں۔

موجودہ عالمی تناظر میں قائد کے اضافی اوصاف

تاریخ شاہد ہے کہ امتِ مسلمہ کو ایک طویل عرصے تک اقوامِ عالم کی قیادت وسیادت کا شرف حاصل رہا ہے۔ ریاستِ مدینہ سے اقوام کی قیادت کا شروع ہونے والا سفر پہلی جنگِ عظیم کے نتیجے میں خلافتِ عثمانیہ کے زوال پر اپنے بھیانک انجام کو پہنچتا ہے۔ قرآنی اصول ہے کہ جو چیز انسانیت کے لیے نافع ہو باری تعالیٰ اسے دوام بخشتے ہیں۔[27] چنانچہ جب تک مسلم قوم انسانیت کو نفع پہنچاتی رہی قیادت ان میں باقی رہی۔ حقیقی مقصد سے دوری، لسانی وقومی گروہ بندی، عیش وتنعم پرستی اور فکری وعملی جمود اس ذلت وپستی کا سبب بنے اور یوں امتِ مسلمہ سے قیادت چھن کر اغیار کے ہاتھوں جا پہنچی۔ وقت کا بدلتا دھارا اس بات کا شدت سے متقاضی ہے کہ مسلم قائدین اپنے اندر ایسے اوصاف بھی پیدا کریں جو امتِ مسلمہ کو اس کی کھوئی ہوئی ساکھ واپس لوٹا سکیں۔ چنانچہ موجودہ بین الاقوامی صورتحال میں ایک مسلم قائد کے لیے جو اضافی اوصاف معلوم ہوتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

- اقوامِ عالم سے ربط اور فکری دعوت
- معاصر ضروریات سے واقفیت
- بین الاقوامی فورم پر امتِ مسلمہ کی ترجمانی

اقوامِ عالم سے ربط اور فکری دعوت

عصرِ حاضر میں کسی بھی مملکت کے لیے دیگر اقوام سے لاتعلق و کنارہ کش رہنا بوجوہ ممکن نہیں۔ موجودہ دور میں بین الاقوامی تعلقات کسی بھی ریاست کے استحکام کے لیے نہایت اہم سمجھے جاتے ہیں۔ ایک انسان اپنی بنیادی ضروریات میں جس طرح دیگر انسانوں کا محتاج ہے اسی طرح ایک ریاست اپنے افراد کی کفالت اور ملکی سالمیت میں دیگر ریاستوں کے تعاون کی ضرورت مند ہے۔ اس مقصد کے لیے وفود کا تبادلہ، سفارتکاری اور وقتاً فوقتاً بامقصد اور معنی خیز دورے اور معاہدات کا سہارا لیا جاسکتا ہے۔ تعلیماتِ نبوی ﷺ میں اس بابت ہدایات موجود ہیں۔ ریاستِ مدینہ کے استحکام کے لیے یہودِ مدینہ سے میثاق، صلح حدیبیہ اور اس کے بعد دیگر ریاستوں کے سربراہوں سے خط و کتابت اور وفود کا تبادلہ سب آپ ﷺ کی قائدانہ صلاحیت کے ثبوت ہیں۔ یہ عوامل دیگر ریاستوں سے تعلقات کے قیام اور انہیں اسلام کی فکری دعوت کا سبب بنے۔ نیز ان کے نتیجے میں ان عناصر کی نشاندہی بھی ہوئی جو مستقبل میں ریاستی استحکام کے لیے خطرہ بن سکتے تھے۔ چنانچہ ان سے نمٹنے کی حکمتِ عملی وضع کرنا آسان ہوا۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ دوسری ریاستوں سے تعلقات کی بحالی ملکی سلامتی اور استحکام کے لیے ضروری ہے اس لیے قائد میں یہ وصف موجود ہونا چاہیے کہ وہ عالمی حالات سے باخبر اور ملکی مفاد میں دیگر اقوام سے رابطہ میں رہے۔

معاصر ضروریات سے واقفیت

موجودہ دور میں بہت سی ایجادات بنیادی ضرورت کا درجہ حاصل کر چکی ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ سائنسی ایجادات سے مستغنی نہیں۔ میدانِ معیشت و سیاست میں نئی نئی اصطلاحات اور تبدیلیاں معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہیں۔ صحافت اور ذرائع ابلاغ نہایت وسعت اختیار کر چکے ہیں۔ ترقی یافتہ اور معزز اقوام میں شمار کے لیے ان تمام ضروریات میں خود کفالت وقت کی اہم ضرورت ہے۔ وقت کے دھارے کے ساتھ اپنے اندر وسعت پیدا کرنا اسلام کا امتیازی خاصہ ہے۔ لہٰذا قائد کے لیے یہ بات لازم معلوم ہوتی ہے کہ وہ معاصر ضروریات سے مکمل واقفیت رکھتا ہو۔ نئے جنم لینے والے مسائل کو محض خلافِ اسلام کہ کر پس پشت ڈالنے کی بجائے فلسفہ اسلام میں ان کا حل عوام کو مہیا کر سکتا ہو۔ تعلیماتِ نبوی ﷺ میں غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ بدلتی ضروریات کو محسوس کیا اور ان کو پورا کرنیکا حکم دیا ہے۔ یہود سے خط و کتابت کے لیے زید بن ثابت کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے محض پندرہ دن میں زبان سیکھ لی۔[28] اس سے اشارہ ملتا ہے کہ جو چیز معاشرے میں ضرورت کا درجہ پا جائے اس کی تکمیل اسلام کی نگاہ میں مستحسن ہے۔

بین الاقوامی فورم پر امتِ مسلمہ کی ترجمانی

رعایا اپنی آواز اور مسائل دوسروں کے سامنے اجاگر کرنے کے لیے قیادت کا انتخاب کرتے ہیں۔ قائد اپنی عوام کا ترجمان اور نمائندہ ہوتا ہے۔ اقوامِ عالم نے اپنے اپنے مسائل دنیا کے سامنے لانے کے لیے اقوام متحدہ کے نام سے ایک فورم تشکیل دیا ہے۔ امتِ مسلمہ کا ایک عصری المیہ ایسی قیادت کا فقدان ہے جو عالمی سطح پر ان کے لیے آواز اٹھا سکے۔ دوسری جانب مسلمانانِ عالم کے مسائل پر اقوامِ متحدہ کی مجرمانہ خاموشی اس کے طاغوتی کردار کو واضح کرتی ہے۔ اس پس منظر میں قائد کے لیے یہ وصف نہایت اہمیت کا حامل ہے کہ وہ اقوام متحدہ جیسے بین الاقوامی فورم پر امت کی ترجمانی کر سکے، اقوامِ عالم کے سامنے حقیقتِ حال پیش اور مسائل کے حل پر انہیں مجبور کر سکے۔ حدیث کی رو سے جابر بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا

افضل جہاد ہے۔[29] اس حدیث کی رو سے اقوامِ متحدہ کے فورم پر ظالمین کے سامنے امتِ مسلمہ کی صحیح ترجمانی افضل جہاد کا درجہ پائے گی۔

نتائج بحث

کسی بھی نظامِ سیاست کی کامیابی وناکامی کا انحصار قیادت پر ہے۔ اسلامی نظامِ سیاست قیادت کو جن اصولوں کا تابع بناتا ہے ان کے نتیجے دینی و دنیاوی فلاح یقینی ہے۔ مقصد کے حصول کی خاطر قیادت کا اہل اور امانتدار ہونا لازم ہے تاکہ وہ اپنے فرائض ووظائف کی صحیح ادائیگی کرسکے۔ قائد کی اہلیت کے سلسلے میں اس کا ان جملہ اوصاف سے مزین ہونا ضروری ہے جو شرع سے معلوم ہوتے ہیں جن میں اس کی شخصیت کا کامل و بے عیب ہونا، اخلاقی طور پر امانتدار، عادل، بے داغ کردار کا حامل ہونا اور ان تمام پیشہ وارانہ صلاحیتوں اور مہارتوں سے آگاہ ہونا شامل ہیں جو قیادت کے باب میں مطلوب ہیں۔ نیز عالمی حالات سے آگاہی، معاصر ضروریات سے واقفیت اور امتِ مسلمہ کی صحیح ترجمانی موجودہ وقت کی اہم ضرورت ہیں۔ ایسی قیادت ہی انسانیت کے لیے نافع اور ریاست کے استحکام کی علامت ہے۔

تجاویز وسفارشات

- قیادت کی اہلیت اور اسکے وظائف کی اہمیت کو اجاگر کرنے اور نئی نسل کو اس سے روشناس کرانے کے لیے تعلیماتِ نبوی ﷺ کو تعلیمی نصاب کا حصہ بنایا جانا چاہیے۔
- آئین کے آرٹیکل 62 اور 63 کا تعلق براہِ راست قیادت کے اوصاف سے ہے۔ چنانچہ انتخابی عمل میں ان کو خاص طور پر مدِ نظر رکھا جائے تاکہ ملک پاکستان کو سچی محب الوطن اور امانتدار قیادت میسر آئے۔
- قیادت کو اس بات کا پابند ہونا چاہیے کہ مناصب پر افراد کے تقرر میں کسی بھی قسم کی اقرباپروری، نسلی یا لسانی حمیت کو بنیاد نہ بنائے بلکہ ایسے افراد کو مناصب پر فائز کرے جو عہدے کی اہلیت اور امانت ودیانت کے وصف سے متصف ہوں۔

حواشی و حوالہ جات

1 ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، (بیروت: دار المعارف، 1997ء)، 5/3770۔

2 النمر، سعود، الادارۃ العامۃ الاسس والوظائف، (ریاض: مکتبۃ الشقریٰ، 2008ء)، ص 316۔

3 سورۃ البقرۃ 2:247۔

4 سورۃ یوسف 12:109۔

5 البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (ریاض: دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، کتاب المغازی، باب کتاب النبی ﷺ الی کسری وقیصر، رقم الحدیث: 4163۔

6 الترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، (ریاض: دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، کتاب الفتن، باب 78، رقم الحدیث: 2266۔

7 مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، (ریاض: دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، کتاب القدر، باب فی الامر بالقوۃ وترک العجز والاستعانۃ باللہ، رقم الحدیث: 2664۔

8 السامرائی، نعمان عبد الرزاق، النظام السیاسی فی الاسلام، (ریاض: مکتبۃ الملک فہد، 2000ء)، ص 116۔

9 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب مناقب قریش، رقم 3310۔

10 ایضاً، رقم الحدیث: 3309۔

11 العینی، بدر الدین محمود بن احمد، عمدۃ القاری، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2001ء)، 24/333۔

12 السامرائی، النظام السیاسی فی الاسلام، ص 124۔

13 کشمیری، انور شاہ، فیض الباری شرح صحیح البخاری، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2005ء)، 6/477۔

14 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاحکام، باب السمع والطاعۃ للامام مالم تکن معصیۃ، رقم الحدیث: 6723۔

15 الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الرسل والملوک، (بیروت: دار المعارف، 1967ء)، 2/580۔

16 الہندی، علی المتقی، کنز العمال، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1985ء)، رقم الحدیث: 14657۔

17 الطبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط، (قاہرۃ: دار الحرمین، 1995ء)، رقم 2606۔

18 سورۃ النساء 4:58۔

19 ابن ماجۃ، محمد بن یزید، السنن، (ریاض: دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، کتاب الحدود، باب الشفاعۃ فی الحدود، رقم الحدیث: 2547۔

20 ایضاً، رقم الحدیث: 7۔

21 سورۃ البقرۃ 2:247۔

22 سورۃ ال عمران 3:159۔

23 سورۃ الشوریٰ 42:38۔

24 سورۃ التوبۃ 9:40۔

25 سورۃ النحل 16:125۔

26 سورۃ الممتحنۃ 60:8۔

27 سورۃ الرعد 13:17۔

28 الترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، کتاب الاستیذان، باب ماجاء فی تعلیم السریانیۃ، رقم الحدیث: 2715۔

29 ایضاً، کتاب الفتن، باب ماجاء افضل الجہاد کلمۃ عدل عند سلطان جائر، رقم الحدیث: 2174۔